حرفِ آغاز

دَورِ جدید میں اسلام کے علمی تقاضے

سید جلال الدین عمری

اسلام اللہ تعالیٰ کے واحد دین کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ آج کا پورا نظامِ فکر اس کے خلاف ہے۔ یہ نظامِ فکر کسی ایک متعین فلسفہ پر قائم نہیں ہے، اس کے پیچھے بہت سے فلسفے کام کر رہے ہیں۔ انسانی فکر پر ان کے اثرات بھی یکساں نہیں ہیں۔ کسی کی گرفت زیادہ اور کسی کی کم ہے۔ لیکن ان سب کی بنیاد الحاد ہے اور الحاد نے اسلام کے بنیادی تصورات ہی کو بدل دیا ہے۔ خدا کی جگہ مادہ نے، وحی و رسالت کی جگہ، عقل و تجربہ نے، آخرت کی جگہ دنیا کے مفاد نے لے لی ہے۔ یہی ملحدانہ افکار آج کی علمی دنیا کے زندہ افکار ہیں۔ ان پر غور و فکر، بحث و تحقیق اور نقد و نظر سے، ایوانِ علم کے در و بام گونج رہے ہیں۔ ان ملحدانہ افکار کے درمیان اختلافات بھی ہیں، یہ ایک دوسرے کی تردید و تغلیط بھی کرتے ہیں اور ہر فکر دوسرے کا بدل بن کر سامنے آتا رہتا ہے۔ لیکن یہ سب الحاد کی نت نئی شکلیں ہیں۔ اور ہر شکل دوسری کی جگہ لینے کے لئے بے تاب ہے۔ افکار و نظریات کے اس معرکہ میں اسلام بالکل غیر متعلق سا ہے۔ اسے ماننے یا نہ ماننے کا سوال بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ ابھی تو ایک متبادل فکر کے طور پر بھی وہ کہیں زیرِ بحث نہیں ہے۔ قرآن مجید ایک چیلنج بن کر دنیا میں آیا۔ اس نے مخالفین سے کہا تم اور تمہارے اولیاء و سرپرست سب مل کر بھی اس جیسی کتاب نہیں پیش کر سکتے۔ بلکہ اس کی ایک سورت کا جواب بھی تم سے ممکن نہیں ہے۔ قرآن مجید اپنے الفاظ اور اسلوب ہی کے لحاظ سے چیلنج نہیں تھا۔ بلکہ اپنے فکر و فلسفہ کے لحاظ سے بھی چیلنج تھا۔ وہ آج کے ملحدانہ نظریات کے لیے بھی ایک چیلنج ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے علوم و معارف کو اس طرح کھول کر بیان کیا جائے کہ وہ چیلنج بن جائے۔ قرآن نے پیغمبر کا ایک فرض یہ بتایا کہ وہ کتاب کی تبیین و تشریح کرتا ہے تاکہ لوگ اپنے رویہ پر نظرِ ثانی کر سکیں۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ	اور اب ہم نے یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے لئے
مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ	اس تعلیم کی توضیح و تشریح کرتے جاؤ جو ان کے لئے

ں ۔ زمنؔ (نحل: ۱/۴۴) اتاری گئی ہے اور تاکہ لوگ خود بھی غور و فکر کریں۔

جو لوگ دنیا میں اللہ کے دین کی سربلندی چاہتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اس کی کتاب کی اس طرح تبیین و تشریح کریں کہ وہ موجودہ دور کے ہر فکر و فلسفہ کا جواب بن جائے۔ ابھی اسلام کو ایک جوابی فکر بن کر ابھرنا باقی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے چاہا تو اس کے غلبہ کی راہیں بھی کھلتی چلی جائیں گی۔

الحاد محض ایک عقلی اور نظریاتی فلسفہ نہیں ہے۔ یہ زندگی کا پورا نظام ہے جو اس تصور پر مبنی ہے کہ انسان اپنے مسائل حیات خود حل کر سکتا ہے۔ وہ کسی آسمانی ہدایت کا محتاج نہیں ہے۔ اسلام نے زندگی کا جو نظام دیا ہے اسے وہ صرف یہی نہیں کہ خدائی نظام تسلیم نہیں کرتا بلکہ اسے تاریخ کا ایک ایسا تجربہ قرار دیتا ہے جسے اب دوہرایا نہیں جاسکتا۔ اس کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقت کے سیاسی حالات کے پیداوار تھے۔ آپ کی تعلیمات ابدی اور عالمگیر نہیں ہیں۔ یہ وقت اور ماحول کی تابع ہیں۔ حالات چونکہ بدل گئے ہیں اس لیے ان کی افادیت اور معنویت بھی ختم ہوگئی ہے۔ اب یہ آؤٹ آف ڈیٹ اور ناقابل عمل ہیں۔ اس نظام کو اسلام کے کسی دو ایک پہلو ہی پر اعتراض نہیں ہے بلکہ اس کا ہر پہلو اس کے اعتراضات کی زد میں ہے۔ اس کی عبادات بھی، اس کے اخلاق بھی، اس کی تہذیب بھی، اس کی معاشرت بھی، اس کا قانون اور اس کی سیاست بھی، اس کے سبھی پہلو اس کی تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ جو لوگ اسلام کے پورے نظام کو قائم کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اس پر جس پہلو سے بھی اعتراض ہو اس کا جواب فراہم کریں۔ آج طبعی سائنس میں ڈارون، نفسیات میں فرائڈ، معاشیات میں مارکس اور تاریخ میں ٹائن بی جیسے ملحدین چھائے ہوئے ہیں۔ ہمارے یہاں ایسے محققین ہونے چاہئیں جو نہ صرف یہ کہ ان کی فکری خامیوں کو پکڑ سکیں بلکہ اسلامی فکر کو ایک متبادل فکر کے طور پر پیش کر سکیں۔ اس کے بغیر آج کے یہ جمے ہوئے افکار اپنی جگہ چھوڑ نہیں سکتے۔

مغرب نے اسلام کی تعلیمات ہی پر اعتراضات نہیں کئے۔ اس کے استناد کو بھی مشتبہ بنانے کی کوشش کی اور اب بھی یہ کوشش برابر جاری ہے۔ اس نے بہت ہی معصومانہ انداز میں اور بڑی حکمت سے یہ سمجھانا شروع کیا کہ قرآن مجید خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مربوط اور غیر منطقی خیالات کا مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ پوری طرح محفوظ بھی نہیں ہے۔ اس میں حذف و اضافہ ہوا ہے۔ احادیث ناقابل اعتبار ہیں۔ یہ دور مابعد کے سیاسی اور مذہبی مقاصد کے لئے وضع کی گئی تھیں۔ اسلام کا قانونی ذخیرہ دوسرے قوانین سے ماخوذ ہے۔ یہ سارے مہملات ریسرچ اور تحقیق کے نام سے پیش کئے جارہے ہیں اس کے مقابلہ میں آپ کو ثابت کرنا ہوگا

إِنَّهُ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ٥ لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ — بے شک وہ ایک زبردست کتاب ہے۔ باطل
مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ تَنزِيلٌ — اس میں نہ تو آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔

مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ (فصلت : ۴۱-۴۲) یہ اس خدا کی طرف سے آئی ہے جو حکمت والا اور تعریف والا ہے۔

موجودہ زمانے میں اسلام کے لیے ایک اور فکری چیلنج بھی ہے۔ یہ چیلنج مغربی فکر سے مرعوبیت نے پیدا کیا ہے۔ انسان کے ذہن و فکر پر وقت کے غالب افکار کی حکومت ہوتی ہے۔ مخالف افکار ان کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے وجود اور بقا کے لئے اس کی سندِ جواز ڈھونڈھتے پھرتے ہیں۔ مغربی افکار کا جب غلبہ ہوا تو یہ مان لیا گیا کہ وہی حق و صداقت کا معیار ہیں۔ وہی تہذیب، معاشرت، اخلاق، قانون و سیاست برحق اور معقول ہے جو ان افکار پر مبنی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے اسلام کا نام لینے والوں نے بھی اسی میں عافیت سمجھی کہ اپنے دین و مذہب کو ان افکار سے ہم آہنگ کر لیں تاکہ ان پر قدامت پرستی اور دقیانوسیت کا الزام نہ آئے اور انھیں دین کا نام لینے پر کوئی شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ اس کے لیے اسلام کو زبردستی کھینچ کر مغربی افکار و اقدار سے قریب کیا گیا، اور اس کھینچ تان میں اس بات کی بھی پروا نہ کی گئی کہ اسلام کی تعلیمات بری طرح مجروح ہو رہی ہیں، اسلام کی جو ہدایات مغرب کے سانچے میں کسی طرح فٹ نہیں ہوتی تھیں، انھیں بھی خراش تراش کر کے اس سانچے میں بٹھایا گیا۔ اس کے لیے قرآن کے الفاظ تو نہیں بدلے گئے، البتہ ان کے معانی اور مقاصد بدل دئے گئے۔ یہ معنوی تحریف اتنے بڑے پیمانہ پر ہوئی اور آج بھی ہو رہی ہے کہ جو لوگ دین کو اس کی صحیح شکل میں قائم کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے اسے نظر انداز کرنا مشکل ہے۔ یہ اس کارِ تجدید کا ایک حصہ ہے جس کی فضیلت حدیث میں ان الفاظ میں آئی ہے :۔

یحمل هٰذا العلم من کل خلف	ہر نسل کے بعد آنے والی نسل میں ایسے سچے اور عادل
عدوله ینفون عنه تحریف الغالین	انسان اس علم کے حامل ہوں گے جو دین میں غلو کرنے
وانتحال المبطلین و تاویل الجاهلین	والوں کی تحریف، باطل پرستوں کے جھوٹے استدلال اور
(مشکوٰۃ کتاب العلم بحوالہ بیہقی)	جاہلوں کی تاویل کو ختم کریں گے۔

اس بحث کا تعلق مغرب کے بعض افکار سے ہے۔ ان افکار کی اہمیت یہ ہے کہ یہ آج کے با اقتدار اور تعلیم یافتہ طبقہ کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں۔ جہاں تک مذہب کا تعلق ہے، عوام پر اس کی گرفت پہلے بھی کافی مضبوط تھی اب بھی مضبوط ہے، البتہ جدید ذہن اس سے بہت دور ہو چکا تھا لیکن اب آہستہ آہستہ اس کی توجہ مذہب کی طرف ہو رہی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور کی بڑھتی ہوئی مادہ پرستی نے اسے روحانی سکون اور چین سے محروم کر دیا ہے۔ اس کا تن آسودہ ہے لیکن روح پیاسی ہے۔ مذہب جب اس کے سامنے اس حیثیت سے آتا ہے کہ وہ اسے روحانی سکون فراہم کر سکتا ہے تو وہ اس کے اندر ایک طرح کی کشش محسوس کرتا ہے لیکن یہ موجودہ دور کی مادیت کے خلاف ایک وقتی ردِ عمل ہے جو زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا اس لئے کہ انسان نہ تو محض مادہ ہے اور نہ صرف روح بلکہ دونوں کا مجموعہ ہے اس کی فطرت دونوں کی تسکین چاہتی ہے۔ ایک بڑا علمی اور فکری کام یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام مادہ اور روح کے تقاضوں کو ایک ساتھ پورا کرتا ہے اور مادیت اور روحانیت کے درمیان اعتدال کی راہ دکھاتا ہے۔ اس کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ آدمی روحانیت کے نام پر مادی دنیا کو چھوڑ بیٹھے بلکہ وہ یہ ہدایت کرتا ہے کہ آدمی اس مادی دنیا میں گم ہو کر خدا کو نہ بھول جائے۔ حلال و حرام کی تمیز کے بغیر جانوروں کی سی زندگی نہ گزارے بلکہ ان حدود کا پابند رہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دئے ہیں اور

اس کے احسانات کا شکر ادا کرے۔

"اے ایمان والو! وہ پاک چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں۔ اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو" (البقرہ: ۱۷۲)

دنیا کا کوئی ایک مذہب نہیں ہے بلکہ بے شمار مذاہب ہیں۔ انسان کے بارے میں ان کے نقطہ ہائے نظر بھی مختلف ہیں۔ آج کے دور میں ان مذاہب کے تقابلی مطالعہ نے بڑی اہمیت اختیار کرلی ہے۔ یہ مطالعہ مذاہب عالم میں اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ زندگی کے دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ میں بھی قرآن مجید ہماری راہنمائی کرتا ہے اور اس کے لئے ٹھوس بنیادیں فراہم کرتا ہے۔

قرآن مجید نے براہ راست اہل کتاب سے بھی خطاب کیا، جن کے پاس آسمانی کتابیں تھیں اور اس کا خطاب مشرکین عرب سے بھی تھا جو کوئی آسمانی کتاب نہیں رکھتے تھے۔

قرآن مجید نے اہل کتاب سے کہا کہ خدا کی نازل کردہ کتابیں تمہارے ہاتھوں میں ایک تو محفوظ نہیں رہیں، اس کا بڑا حصہ ضائع ہوگیا ہے، دوسرے یہ کہ اپنی من مانی تاویلات کے ذریعہ اس کی تعلیم کو تم نے بدل ڈالا ہے۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ	وہ کلام کو اس کے موقع و محل سے ہٹاتے ہیں اور
وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ	جس کتاب کے ذریعہ انھیں نصیحت کی گئی تھی اس کا
(المائدہ: ۱۳)	بڑا حصہ بھلا چکے ہیں۔

خدا کی کتاب اس لئے آئی ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ سے ہدایت حاصل کی جائے لیکن تم اسے اپنی میراث اور جاگیر سمجھ بیٹھے اور اپنے مفاد کی خاطر "اس کے اوراق کا کچھ حصہ ظاہر کرتے ہو اور زیادہ حصہ کو چھپاتے ہو" (انعام: ۹۱)

تمہارے اندر شخصیت پرستی پیدا ہوگئی۔ حضرت مسیحؑ کے ماننے والے اُن کی عقیدت و محبت میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ انھیں خدا کا بیٹا بنا ڈالا۔ یہی حرکت یہودیوں کے (ایک فرقہ) نے حضرت عزیرؑ کے ساتھ کی۔ حالانکہ یہ محض ایک دعویٰ تھا اس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں تھی۔ یہ غلط عقیدہ مشرک قوموں سے اخذ کیا گیا تھا۔ (التوبہ: ۳۰)

محبت میں اسی غلو کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ تم نے "اپنے احبار و رہبان کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ بنا ڈالا"۔ (التوبہ: ۳۱) چنانچہ تمہاری زندگی میں اللہ اور اس کی کتاب کو جو مقام حاصل ہونا چاہئے تھا وہ ان احبار و رہبان کو حاصل ہوگیا جو اللہ کی کتاب سے بے نیاز ہو کر فیصلے کرتے تھے۔ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ کے ان کے احکام کے سامنے سر جھکا دئے۔

یہ تو تمہاری محبت کا حال تھا جب دشمنی اور مخالفت پر اترآئے تو انبیاء و صلحاء کے خون سے جو تمہیں راہِ ہدایت دکھا رہے تھے، اپنے ہاتھ رنگین کرلئے (آل عمران: ۲۱)

یہود و نصاریٰ اسلام کی مخالفت میں تو بظاہر متحد نظر آتے تھے۔ لیکن ان کے آپس کے اختلافات اتنے شدید تھے کہ "یہود کہتے تھے کہ نصاریٰ کے دین و مذہب کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ یہود دین سے پھر گئے ہیں۔ ان کی کوئی بنیاد نہیں ہے"۔ (البقرہ: ۱۱۳)

کتاب اللہ سے انحراف اور اسے فراموش کردینے کی وجہ سے یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک بہت سے فرقوں
میں بٹ گئے تھے اور ہر فرقہ دوسرے فرقے کے خون کا پیاسا تھا (المائدہ: ۱۴، ۶۴)
اس کے ساتھ قرآن مجید نے دین سے ان کے انحراف اور بگاڑ کے اسباب و عوامل سے بھی بحث کی ہے۔
اس نے بتایا کہ ان کے اندر نسلی برتری کا غلط احساس اور بے جا پندار موجود ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ "وہ اللہ کے
بیٹے اور اس کے پیارے ہیں"۔ (المائدہ: ۱۷) دنیا کی محبت ان کے اندر دنیاداروں سے زیادہ پائی جاتی ہے اور دین
کے لیے کسی قسم کی قربانی کا جذبہ ان میں نہیں ہے۔ دنیائے دوں ان کا دامن اس قدر مضبوطی سے پکڑے ہوئے
ہے کہ "مشرکین سے زیادہ ان کے اندر جینے کی حرص ہے۔ ان میں کا ایک ایک فرد یہ چاہتا ہے کہ ہزار برس کی حیات
اسے مل جائے" (البقرہ: ۹۶) دنیا کی اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ اس کی خاطر دین کو بھی انھوں نے "بیچ ڈالا"۔ اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی
تحریروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں محض اس لئے کہ اس کے ذریعہ تھوڑی سی دولت
حاصل کرسکیں۔ ان کی تحریریں بھی اور ان کی دولت بھی دونوں ہی ان کی تباہی کا سامان ہیں" (البقرہ: ۷۹) "ان میں سے بیشتر
افراد کا حال یہ ہے کہ اثم و عدوان کے ارتکاب اور مال حرام کے کھانے کے لئے دوڑتے ہیں"۔ (المائدہ: ۶۲) کہتے ہیں کہ
امیوں (غیر اہل کتاب) کے ساتھ مکر و فریب کا جو رویہ چاہے ہم اختیار کرسکتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ کے
ہاں اس کی باز پرس نہ ہوگی۔ حالانکہ اللہ نے اس کی اجازت انھیں کبھی نہیں دی۔ وہ جانتے بوجھتے اس کی طرف ایک
جھوٹی بات منسوب کر رہے ہیں۔ (آل عمران: ۷۵)
آخرت کا خوف، جو انسان کو معصیت سے روکتا ہے، ان کے اندر سے نکل چکا ہے۔ وہ جنت کو اپنی جاگیر
سمجھتے ہیں یہودی کہتے ہیں کہ جنت ان ہی کو ملے گی، نصاریٰ کا دعویٰ ہے کہ جنت کے وہی تنہا حقدار ہیں (البقرہ: ۱۱۱)
یہودیوں کا خیال تھا کہ دوزخ میں ہم جائیں گے بھی تو صرف معدودے چند دن کے لئے"۔ (البقرہ: ۸۰)
کسی قوم کی اصلاح کے لئے 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر' ضروری ہے، لیکن اسے وہ چھوڑ بیٹھے ہیں (المائدہ: ۷۹)
معصیت کی ایک دوڑ ہے جس میں پوری قوم لگی ہوئی ہے۔ کوئی کسی کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہے۔ ان کے علماء و مشائخ
بھی انھیں ان کی غلط باتوں اور ان کی حرام خوری پر نہیں ٹوکتے۔ (المائدہ: ۶۳)
قرآن مجید نے جہاں اہل کتاب کے فاسد عنصر پر بے لاگ تنقید کی وہیں ان کے نیک افراد کی بغیر کسی تکلف
کے جگہ جگہ تعریف بھی کی ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو۔ آل عمران ۷۵، ۱۱۳۔ المائدہ ۶۶، ۸۱، ۸۲۔ الاعراف: ۱۵۹۔
قرآن مجید نے اہل کتاب کی تحریف، ان کی بدعملی، غلط روی، اس کے محرکات اور ان کے نیک لوگوں کے کردار
پر بڑی تفصیل اور بڑی دقت نظر سے بحث کی ہے۔ یہاں صرف چند موٹی موٹی باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ
ساری بحث تعصب اور تنگ نظری سے پاک، بالکل اصولی اور مبنی بر حقیقت ہے۔ اسی وجہ سے پہلے بھی اس کی تردید
کی کسی کو ہمت نہ ہوئی اور آج بھی کوئی اسے چیلنج نہیں کرسکتا۔ قرآن مجید ان کتابوں کے لیے 'مھیمن' (المائدہ: ۴۸) تھا
اس نے ان کے کھرے کھوٹے کو بالکل الگ کرکے رکھ دیا۔

قرآن مجید نے اہل کتاب کے ساتھ محض تنقید کا منفی رویہ اختیار نہیں کیا بلکہ مثبت طور پر انھیں اسلام کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس دعوت کی بعض خاص بنیادیں یہ تھیں۔

۱۔ خدا کو تم بھی مانتے ہو اور ہم بھی مانتے ہیں۔ یہ چیز تمہارے اور ہمارے درمیان قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔ آؤ اس کے تقاضے پورے کریں۔

قُلْ يَآهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ
وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـــًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا
بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ؀
(آل عمران: ۶۴)

اے پیغمبر! کہدو! اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے۔ اگر وہ یہ بات ماننے سے انکار کریں تو کہدو کہ تم لوگ گواہ رہو ہم تو مسلم (اللہ کے اطاعت گزار) ہیں۔

خدا کو ماننے کے یہ لازمی تقاضے تھے جن سے اہل کتاب انکار نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان پر عمل کے لئے وہ ہرگز تیار نہ تھے۔ اس طرح قرآن مجید نے انھیں ایک ایسے مقام پر کھڑا کر دیا کہ ان میں سے کسی بھی باضمیر انسان کے لئے اپنے جرم کے اعتراف کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

۲۔ تم سلسلۂ رسالت کو تسلیم کرتے ہو لہٰذا آخری رسول کو بھی تسلیم کرو۔ وہ ہٹ دھرمی سے کہتے۔ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ (اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری) قرآن نے کہا۔ ان سے پوچھو وہ کتاب کس نے اتاری جسے موسیٰ لایا تھا جو تمام انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی۔ (الانعام: ۹۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کی جو صفات تمہاری کتابوں میں بیان ہوئی ہیں وہ ساری صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں جمع ہیں جس آنے والے پیغمبر کی پیشین گوئیاں اور بشارتیں ان کتابوں میں دی گئی ہیں وہ سب ایک ایک کر کے آپ پر منطبق ہو رہی ہیں تو ان کتابوں پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو آخری رسول کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے۔ دنیا کے محض چند روزہ مفاد کی خاطر آپ کی رسالت سے انکار کرتے ہوئے تمہیں خدا سے ڈرنا چاہئے۔ یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔ اسی پر تمہاری نجات کا انحصار ہے۔ لہٰذا تم سب سے پہلے اس کتاب کا انکار کرنے والے نہ ہو۔ (البقرہ: ۴۱)

حضرت مسیحؑ نے آخری پیغمبر کی پیشین گوئی نام لے کر کی تھی لیکن جب آپؐ نے اپنی رسالت کے حق میں سارے دلائل فراہم کر دئے تو مسیحؑ کے ماننے والے ان دلائل کی تردید تو نہ کر سکے، البتہ ان کی تاثیر کو محض جادو قرار دے کر آپ کی رسالت کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (الصف: ۶)

۴۔ آخری رسول اور آخری شریعت کا آنا اس لئے بھی ضروری تھا کہ تم نے اپنی کتابوں میں تحریف کر کے انھیں بدل ڈالا اس لئے دین و شریعت کے معاملے میں ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اب خدا تک پہونچنے اور اس کی مرضی معلوم کرنے کا واحد قابل اعتماد ذریعہ وہ کتاب ہے جسے اس کا آخری رسول پیش کر رہا ہے۔

يَآهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ — اے اہل کتاب بے شک ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا ہے جو کتاب

لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ
يَعْفُوا عَن كَثِيرٍ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّ
كِتٰبٌ مُّبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ
رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ
الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ
إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝
(المائدہ: ۱۵، ۱۶)

الٰہی کی بہت سی ان باتوں کو تمہارے سامنے کھول رہا ہے جن کو تم چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے۔ بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور کھول کھول کر بیان کرنے والی کتاب آچکی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کا راستہ دکھاتا ہے اور اپنے اذن سے انھیں ظلمتوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور صراط مستقیم کی طرف ان کی ہدایت کرتا ہے۔

۵۔ مذہب کے نام پر تم نے اپنی ایک الگ شریعت ایجاد کر رکھی ہے اور حرام و حلال کے خود ساختہ اصول وضع کر رکھے ہیں۔ تمہارے نزدیک پاک چیزیں ناپاک اور ناپاک چیزیں پاک بن گئی ہیں۔ تم نے انسانوں کو بے جا بندشوں میں جکڑ رکھا ہے۔ جب تک یہ زنجیریں کٹ نہیں جاتیں وہ ترقی نہیں کر سکتا۔ یہی فرض انجام دینے کے لئے اللہ کا آخری رسول آیا ہے اسی کی اتباع میں تمہاری نجات ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ
الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي
التَّوْرٰىةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ
الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ
وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ
عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ
وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝ (الاعراف: ۱۵۷)

جو اس پیغمبر کی جو نبی امی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اتباع کرتے ہیں جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ انھیں معروف کا حکم دیتا اور منکر سے روکتا ہے۔ ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے ہیں اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے ہیں۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں، اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اس روشنی کی اتباع کریں جو اس پر نازل کی گئی ہے تو وہی کامیاب ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سارے انسانوں سے خطاب کر کے کہہ دو کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اس کا رسول ہوں جو آسمان اور زمین کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، موت و حیات اسی کے ہاتھ میں ہے، لہٰذا تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے اس نبی امی پر جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اس کی اتباع کرو امید ہے کہ تم راہ راست پا لوگے۔ (الاعراف: ۱۵۸)

قرآن مجید نے جس طرح اہل کتاب کی تحریفات کی نشاندہی کی، خود ان کی کتابوں سے استدلال کیا، ان کی غلط روش پر تنقید کی، ان کے اچھے کردار کی تعریف کی اور جس طرح اسلام کو بہت ہی واضح اور مثبت انداز میں پیش کیا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب کا مطالعہ اسلام کی روشنی میں کس نہج پر ہونا چاہیے۔ مسلمان محققین کو اسی کی پیروی کرنی چاہئے۔ اس میدان میں ہم بہت پیچھے ہیں۔ یہ ایک بڑا خلا ہے جسے پر ہونا چاہیئے اور جلد پر ہونا چاہئے۔